شہید کی شرعی اور فقہی تعریف

حافظ محمد سعد اللہ جونیئر ریسرچ آفیسر

شہید جسکی فضیلت میں قرآن مجید کے صفحات بھرے پڑے ہیں، جسے اللہ نے مردہ کہنے بلکہ مردہ گمان کرنے سے بھی منع فرمایا ہے۔ جسے اللہ نے انبیاء، وصدیقین وصالحین کے ساتھ شمار کیا ہے جس کے ساتھ اللہ نے اپنی بخشش اور رحمت کا وعدہ فرمایا ہے، جس کے تمام گناہوں پر خون کا پہلا قطرہ گرنے سے پہلے ہی یکسر قلم پھیر دیا جاتا ہے جس پر ملائکہ اپنے نورانی پروں سے سایہ کرتے ہیں، جو جنت کے بلند ترین مقام پر فائز ہوگا، جس کے زخموں سے یوم محشر مشک کی خوشبو آئے گی، علاوہ ازیں خود پیغمبر اسلام علیہ التحیۃ والسلام نے شہادت کی آرزو کر کے جس کے ارفع واعلیٰ مقام کو چار چاند لگائے اور جس کا بلند مرتبہ حاصل کرنے کی تمنا ہر مؤمن کے دل میں موجزن ہوتی ہے۔ بقول علامہ اقبالؒ

شہادت ہے مطلوب ومقصودِ مؤمن
نہ مالِ غنیمت، نہ کشور کشائی

ضرورت ہے کہ اس امر کا تعین کیا جائے اور معلوم کیا جائے کہ کون وہ خوش نصیب آدمی ہے جسے قرآن وحدیث میں " شہید " کے پاک اور مبارک نام سے تعبیر کیا جاتا ہے تاکہ اس لفظ کا تقدس قائم رہے۔

شہید کی لغوی تحقیق

ایسے " شہید " کے تعین سے قبل مناسب ہے کہ اس لفظ کی لغوی تحقیق کا بھی تھوڑا سا جائزہ لے لیا جائے۔ شہید کا لفظ ایک تو اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں شامل ہے، جس کے معنی ہیں "الذی لایغیب عن علمہ شیءٌ" یعنی وہ (علیم وخبیر) ذات جس کے احاطہ علم سے کوئی شے

باہر نہ ہو۔ دوسرے اس کے معنیٰ گواہ کے ہیں اور قرآن مجید میں اکثر مقامات پر یہ لفظ انہی معنوں میں مستعمل ہوا ہے۔ اس لفظ کے تیسرے معنیٰ، جس پر ان سطور میں قدرے تفصیل سے عرض کرنا مقصود ہے، علماء لغت کے نزدیک "مقتول فی سبیل اللہ" کے ہیں۔ لغت کی معروف کتابوں مثلاً لسان العرب، البستان، القاموس، محیط المحیط، منتہی الارب اور المنجد وغیرہ میں یہ معنیٰ موجود ہے۔ لغت کی شہرۂ آفاق کتاب تاج العروس میں ہے:

الشَّهِيدُ فِي الشَّرْعِ القَتِيلُ فِي سَبِيلِ اللهِ [1]

یعنی شریعت کی نگاہ میں شہید وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتل کیا جائے۔

تھوڑا سا آگے چل کر صاحب تاج العروس نے لکھا:

الشهيد فی الاصل من قتل مجاهدًا فی سبيل الله ثم اتسع فيه۔

دراصل شہید وہ ہے جو اللہ کے راستے میں جہاد کرتے ہوئے مارا جائے پھر اس لفظ میں وسعت دی گئی اور اس کا اطلاق ان لوگوں پر بھی ہونے لگا جن کو نبی اکرم نے شہید کا نام دیا۔

ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نزدیک بھی اصل اور معروف شہید وہی تھا جو اللہ کے رستے میں مارا جائے چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے پوچھا:

"مَا تعدون الشهيد فيكم؟ قالوا يا رسول الله! من قتل فی سبيل الله فهو شهيدٌ [2]

تم کس آدمی کو شہید سمجھتے ہو؟ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہماری نگاہ میں

---

[1] سید محمد مرتضیٰ الزبیدی: تاج العروس: ۸: ۲۵۴ طبع کویت ۱۹۷۰ء۔
[2] مشکوٰۃ المصابیح: طبع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی۔ ص ۳۳۱

جو شخص اللہ کے رستے میں مارا جائے بس وہی شہید ہے ۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ اور لوگوں کو بھی شہداء کے زمرے میں شامل فرمایا جن کی تفصیل آگے آرہی ہے ۔

اصل میں یہ لفظ "شہود" (حاضر ہونا) یا "شہادۃ" (گواہی دینا) سے ماخوذ ہے۔ اور شہود یا شہادت، دونوں کا مفہوم اس میں ملحوظ ہے ۔چنانچہ ملا علی قاریؒ نے قاضی بیضاوی علیہ الرحمۃ کے حوالے سے لکھا ہے کہ :

الشہید فعیل من الشہود بمعنی مفعول لان الملئکۃ تحضرہٗ وتبشرہ بالفوز والکرامۃ او بمعنی فاعل لانہ یلقی ربہ ویحضر عندہ کما قال تعالیٰ وَالشہداء عند ربھم او من الشہادۃ فانہ بین صدقہ فی الایمان والاخلاص فی الطاعۃ ببذل النفس فی سبیل اللہ او یکون تلو الرسل فی الشہادۃ علی الامم یوم القیامۃ [1]

ترجمہ :۔ شہید کا لفظ فعِیلٌ کے وزن پر مادۂ شہود سے مفعول کے معنوں میں ہے کیونکہ ملائکہ اس کے پاس حاضر ہوتے ہیں اور اسے بہت بڑی کامیابی اور اللہ کے ہاں اس کے اعزاز و اکرام کی بشارت دیتے ہیں یا اسی مادہ شہود سے یہ لفظ فاعل کے معنوں میں ہے کیونکہ شہید اپنے پروردگار سے خصوصی ملاقات کرتا ہے اور اس کی بارگاہ میں حاضر ہوتا ہے جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ شہداء اپنے ربّ کے ہاں ہوتے ہیں ۔ یا یہ لفظ شہادۃ کے مادہ سے مشتق ہے کیونکہ اللہ کے راستے میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کر کے اس نے اس بات کا ثبوت اور گواہی پیش کی ہے کہ وہ اپنے ایمان اور نیکی کے اندر اخلاص میں سچا تھا ۔ یا اس لیے کہ وہ قیامت کے دن تمام

---

[1] ملا علی قاری : مرقاۃ شرح مشکوٰۃ : ۷ : ۲۸۲ طبع مکتبہ امدادیہ ملتان ۔

امتوں پر گواہی دینے کے معاملے میں انبیاء علیہم السّلام کے بعد دوسرے نمبر پر ہوگا۔

شہید کی وجہ تسمیہ

اللہ کے راستے میں عزیز ترین متاع، جان کا ہدیہ پیش کرنے والے کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے "شہید" کا مبارک اور پرعظمت نام کیوں دیا؟ اس کی تین چار وجوہات تو اوپر کی عبارت میں قاضی عیاض علیہ الرحمۃ کے حوالے سے آگئیں۔ اس کے علاوہ بھی ہمارے فقہاء و محدثین کرام نے کچھ وجوہات بیان کی ہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں اور زبیدی نے تاج العروس میں شہید کی وجہ تسمیہ لکھتے ہوئے چند وجوہات بیان کی ہیں۔ جو بڑی ایمان افروز ہیں۔

چنانچہ زبیدی لکھتے ہیں:

واختلف فی سبب تسمیتہٖ فقیل لان ملئکۃ الرحمۃ تشھدہٗ الخ۔

شہید کی وجہ تسمیہ میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک شہید کو شہید اس لیے کہتے ہیں کہ رحمت کے فرشتے اس کے پاس حاضر ہوتے ہیں یعنی اس کے غسل کے وقت اور اس کی روح کے جنت کی طرف منتقل ہونے کے وقت حاضر ہوتے ہیں۔

او لان اللہ وملئکتہٗ شھود لہٗ بالجنۃ۔

(یا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس (شہید) کے لیے جنت کے گواہ ہیں)

او لانہ ممّن یستشھد یوم القیامۃ مع النّبی صلی اللہ علیہ وسلم علی الامم الخالیۃ۔

(یا اس لیے کہ وہ ان لوگوں میں سے ہے جن کی گواہی پچھلی امتوں کے خلاف نبی اکرم ﷺ کی گواہی کے ساتھ قبول کی جائے گی)۔

اولسقوطه علی الشاهدة ای الارض۔
(یا اس لیے کہ وہ شاہدہ یعنی زمین پر دوران جہاد گر جاتا ہے)۔
اولانه یشهد ملکوت الله وملٰئکة
(یا اس لیے کہ وہ عالم الغیب والشہادۃ کا مشاہدہ کرتا ہے)
اولقیامه بشهادة الحق فی امر الله حتی قتل۔
(یا اس لیے کہ وہ اللہ کے معاملے میں حق کی شہادت کو قائم کرتے ہوئے اپنی جان کا نذرانہ پیش کر دیتا ہے)
اولانه یشهد ما اعد الله له من الکرامة بالقتل۔
(یا اس لیے کہ وہ اللہ کے رستے میں قتل کے ساتھ اس شرف اور مرتبہ و مقام کو دیکھ لیتا ہے جو اللہ نے اس کے واسطے تیار کر رکھا ہے)
اولانه شُهد له بالایمان وخاتمة الخیر بظاهر حاله۔
(یا اس لیے کہ اس کے ظاہر حال سے اس کے ایمان اور خاتمہ بالخیر کی گواہی دی جاتی ہے)
اولان علیه شاهدًا یشهد بشهادة، وهو دمهٗ[۱]
(یا اس لیے کہ اس پر ایک گواہ ہے جو اس کی شہادت پر گواہ ہے اور وہ گواہ اس کا خون ہے)

شہید کی قسمیں

حدیث اور فقہ کی کتابوں کے تتبع سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ رؤف و رحیم نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شہید کی دو بڑی قسمیں قرار دی ہیں۔ ایک تو وہ ظاہری "قانونی" اور شرعی شہید، جو بر سر عام اللہ و رسول، اعلائے کلمۃ اللہ اور اپنے ملک و قوم کی خاطر اپنی جان قربان کر دیتا ہے، ایسے ہی شہیدوں کے متعلق باری تعالیٰ نے فرمایا:

---

[۱] الزبیدی: تاج العروس: ۸: ۲۵۴، ۲۵۵ طبع کویت۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا [1]

ترجمہ:۔ اور جو لوگ اللہ کے رستے میں قتل کر دیے جائیں انہیں مردہ مت گمان کرو۔

اور جس کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے بلا غسل اور انہی کپڑوں میں دفن کرو جن میں وہ جام شہادت نوش کرتا ہے اور بعض آئمہ کے نزدیک جس پر نماز جنازہ پڑھنے کی بھی ضرورت نہیں۔ چنانچہ غزوہ احد کے دن شہداء کے متعلق آپ نے فرمایا:

اَدفنوهم بدماءهم وثيابهم [2]

ان شہداء کو ان کے خون اور خون آلودہ کپڑوں سمیت دفن کر دو۔

ایک دوسری حدیث میں احد کے بلند نصیب شہیدوں کے متعلق ارشاد فرمایا:

زمّلوهم بدماءهم فانه ليس كلم يكلم فى الله الا يأتى يوم القيامة يدى لونه لون الدم وريحه ريح المسك [3]

ترجمہ:۔ ان شہیدوں کو ان کے خون سمیت (یعنی بغیر غسل دیے خون آلود کپڑوں میں) لپیٹ دو کیونکہ جس آدمی نے بھی اللہ کے رستے میں زخم کھایا ہوگا وہ قیامت کے دن اس حال میں اللہ کے حضور پیش ہوگا کہ اس کے زخم سے خون بہہ رہا ہوگا اور اس خون کی خوشبو مشک کی سی خوشبو ہوگی۔

اور خون آلود کپڑوں سمیت دفن کرنے میں حکمت لوگوں کو یہ بتانا ہے کہ:

"ان الله طهرهم من الذنوب فلا يوثر عليهم نجاسة الدم" [4]

یعنی باری تعالیٰ نے انہیں تمام گناہوں سے پاک کر دیا ہے لہذا خون کی نجاست

---

[1] سورۃ آل عمران۔

[2] ا: البنّار: الفتح الربانی ترتیب مسند احمد: ۷: ۱۸۶ طبع قاہرہ۔

ب: سلیمان بن اشعث۔ سنن ابی داؤد: ۲: ۴۴۷ طبع کانپور۔

[3] احمد بن شعیب النسائی: سنن نسائی: ۱: ۲۰۳ طبع نور محمد کراچی۔

[4] احمد عبدالرحمن البنار: بلوغ الامانی من اسرار الفتح الربانی: ۷: ۱۸۷ طبع قاہرہ۔

(یا موت کی نجاست) ان پر اثر انداز نہیں ہو سکتی۔

اور تاکہ یہ خون آلود کپڑے اور خون سے لت پت زخمی جسم بروزِ قیامت ان کے لیے باعثِ صد افتخار ہو جیسا کہ سنن نسائی کو مذکورہ حدیث سے معلوم ہوا۔

اور جن آئمہ کے نزدیک شہید پر نماز جنازہ بھی نہیں پڑھی جائے گی۔ ان کے نزدیک غسل نہ دینے کے حکم میں ایک احتمال یہ بھی ہے کہ میت کے غسل کا وجوب نماز کے واسطے ہے تو جس میت پر نماز جنازہ پڑھنے کی ہی ضرورت نہیں اسے غسل دینے کی بھی ضرورت نہیں۔ دوسرے اس بے مثال عبادت کا اثر زائل نہ ہو جائے جو اس نے اپنی جان کا نذرانہ پیش کر کے، سرانجام دی ہے۔

شہیدوں کی دوسری قسم وہ ہے جنہیں بوجوہ اپنی امت پر حریص اور رؤف ورحیم نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اخروی ثواب اور مرتبہ کے اعتبار سے مجازی طور پر کامل اور حقیقی شہیدوں کے ساتھ شریک فرمایا ہے اور یہ شرکت بھی ثواب اور مرتبہ ومقام کی ان بعض قسموں میں ہے جو کامل وحقیقی شہیدوں کو بارگاہِ ایزدی میں حاصل ہوں گی نہ کہ انہیں حاصل شدہ ثواب و درجات کی تمام قسموں میں۔ چنانچہ ملا علی قاری نے اس امر کی یوں وضاحت کی ہے:

انهم يشاركون الشهداء فى نوع من انواع المثوبات التى يستحقها الشهداء لا المساواة فى جميع انواعها[1]

یعنی وہ اخروی شہداء حقیقی شہیدوں کو ملنے والے ثواب و درجات کی بے شمار اقسام میں سے کسی ایک قسم میں ان کے ساتھ شریک ہوں گے۔ نہ کہ ثواب کی جملہ اقسام میں۔

صاحبِ فتح الباری نے لکھا ہے:

والذى يظهران المذكورين ليسوا فى المرتبة سواء[2]"

---

[1] ملا علی قاری: مرقاۃ شرح مشکوٰۃ: ۷: ۲۸۲ طبع مکتبہ امدادیہ ملتان۔

[2] فتح الباری: ۶: ۴۴ طبع لاہور۔

ترجمہ:۔ اِس بحث سے معلوم ہوتا ہے کہ حقیقی اور مجازی شہدا مرتبے میں برابر نہیں۔ حقیقی اور کامل شہیدوں کے ساتھ قدرے ثواب میں شریک ان اخروی شہیدوں کا غسل اور کفن دفن عام مسلمان مردوں کی مانند ہوگا۔ یعنی انہیں غسل بھی دیا جائے گا اور حالتِ مرگ کے کپڑے اتار کر نئے کپڑوں میں کفنا کر دفن کیا جائے گا۔ شرعی اور فقہی احکام کے اعتبار سے ان کے ساتھ کامل اور قانونی و حقیقی شہیدوں کا برتاؤ نہیں کیا جائے گا۔

حقیقی و کامل شہیدوں کے اُخروی ثواب میں رحمۃ للعالمین اور رؤف و رحیم نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف احادیث میں مختلف مواقع پر بہت سے لوگوں کو شامل فرمایا ہے۔

مثلاً ایک حدیث میں فرمایا:

الشهادة سبع سوى القتل فى سبيل الله المطعون شهيد و الغريق شهيد وصاحب ذات الجنب شهيد والمبطون شهيد وصاحب الحريق شهيد والذى يموت تحت الهدم شهيد والمرءة تموت بجمع شهيد رواه مالك وابوداود[1]

ترجمہ:۔ اللہ کے رستے میں قتل کے علاوہ شہادت کی سات قسمیں ہیں چنانچہ طاعون کی عام وبا میں مرنے والا شہید، ڈوب کر مرنے والا شہید، پہلو کے درد سے مرنے والا شہید، پیٹ کی بیماری میں مرنے والا شہید، جل کر مرنے والا شہید، دیوار کے نیچے آکر مرنے والا شہید اور وہ عورت بھی شہید ہے جو ولادت کی تکلیف سے مر جائے۔

اسی طرح دارقطنی نے ابن عمر سے ایک صحیح روایت یوں نقل کی کہ موت الغريب شهادة[2] (مسافر کی موت شہادت ہے) اسی طرح کے کئی اور اسباب ہیں جن کے

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح: ۱۳۶ طبع سعید کمپنی کراچی۔

[2] ابن حجر عسقلانی، فتح الباری شرح بخاری: ۶: ۳۴ طبع لاہور۔

باعث مرنے والے پر احادیث میں شہید کا لفظ بولا گیا ہے۔
مثال کے طور پر فرمایا:

من قتل دون مالہ فھو شھید ومن قتل دون دمہ فھو شھید ومن قتل دون دینہ فھو شھید ومن قتل دون اھلہ فھو شھید۔[۱]

ترجمہ:۔ جو شخص اپنے مال کا دفاع کرتے ہوئے مارا گیا وہ شہید ہے، جو شخص اپنی جان کے بچاؤ میں مارا گیا وہ شہید ہے، جو شخص اپنے دین کی حفاظت میں جان دے بیٹھا وہ شہید ہے اور جو شخص اپنے اہل وعیال کی عزت وآبرو بچاتے ہوئے مارا گیا تو وہ شہید ہے۔
ایک حدیث میں یوں فرمایا:

من فصل فی سبیل اللہ فمات اوقتل او وقصہ فرسہ اوبعیرہ اولدغتہ ھامۃ اومات علیٰ فراشہ بای حتف شاء اللہ فانہ شھید وان لہ الجنۃ رواہ ابوداؤد۔[۲]

ترجمہ:۔ جو شخص اپنے گھر سے اللہ کے رستے میں جہاد کے لیے نکل کھڑا ہوا پھر کسی طرح مر گیا یا دشمنوں کے ہاتھوں قتل ہوا یا اسے اس کے گھوڑے یا اونٹ نے گرا کر مار دیا یا، اسے کسی زہریلے جانور نے کاٹ کھایا یا وہ اپنے بستر پر ہی بقضائے الٰہی مر گیا تو وہ شہید ہے اور اس کے واسطے بلاشبہ جنت ہے۔
بہر کیف اس طرح کے اور کئی ایک مرنے والوں کو شہدار کی صف میں شریک کیا گیا ہے۔ امام سیوطی نے ان کی تعداد تیس، بعض نے چالیس اور بعض علماء نے پچاس سے بھی زائد بتائی ہے[۳] جن کی تفصیل بتانا زیر بحث مضمون میں مقصود نہیں۔

---

[۱] (امام محمد بن عیسیٰ ترمذی: جامع ترمذی: ۲۲۳ طبع نور محمد کراچی)۔
[۲] (مشکوٰۃ: ۳۳۳ طبع سعید کمپنی کراچی)۔
[۳] ابن عابدین: حاشیہ ردالمحتار علی الدر المختار: ۲: ۲۵۲-۲۵۳ طبع مصر ۱۹۶۶ء۔

تنبیہ یاد رہے اعلاء کلمۃ اللہ کی خاطر اللہ کے راستے میں جان کا نذرانہ پیش کرنے کے علاوہ احادیث میں جن لوگوں پر شہید کا لفظ بولا گیا ہے وہ مجازی معنوں میں ہے نہ کہ حقیقی معنوں میں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے اِس امر کی وضاحت یوں فرمائی:

وإذا تقرر ذالك فيكون اطلاق الشهداء على غير المقتول في سبيل الله مجازًا[1]

ترجمہ: جب یہ بات ثابت ہوگئی (کہ شہداء کی دو قسمیں ہیں) تو اللہ کے رستے میں نہ قتل ہونے والے پر شہید کا اطلاق (لفظ شہید کا بولا جانا) بطورِ مجاز ہوگا۔

شہید کی مذکورہ تقسیم کی وضاحت کرتے ہوئے امام نووی شافعیؒ نے لکھا ہے:

الشہید نوعان:

احدهما من لا يغسل ولا يصلى عليه وهو من مات بسبب قتال الكفّار حال قيام القتال، سواء قتله كافر، او اصابه سلاح مسلم خطأً، او عاد سلاحه اليه، او سقط عن فرسه او رمحته دابة فمات او وجد قتيلاً عند انكشاف الحرب ولم يعلم سبب موته سواء كان عليه اثر دم ام لا، اما إذا مات في معترك الكفار لا بسبب القتال بل بمرض او فجأة فالمذهب انه ليس شهيد۔

النوع الثانی:

الشهداء العاورن عن جميع الاوصاف المذكورة، كالمبطون والمطعون والغريق والغريب والميت عشقا والميتة في الطلق ومن قتله مسلم او ذمی او باغ في غير القتال فهم كسائر الموتى يغسلون ويصلّى عليهم وان ورد فيهم

---

[1] ابن حجر عسقلانی: فتح الباری شرح بخاری: ۶: ۴۴ طبع دار النشر الکتب الاسلامیہ لاہور

لفظ الشھادۃ[1]

ترجمہ: شہید کی دو قسمیں ہیں۔

ایک قسم تو وہ جس کو نہ غسل دیا جاتا ہے اور نہ اس پر نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے (امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک شہید کی نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے) اور وہ، وہ ہے جو کفار کے ساتھ لڑائی کے باعث دورانِ جنگ مارا جائے۔ چاہے اسے کسی کافر نے مارا ہو یا غلطی سے کسی مسلمان کا نشانہ بن گیا ہو یا خود اپنے ہتھیار سے مارا گیا ہو یا اپنے گھوڑے سے گر کر مر گیا ہو یا گھوڑے نے اسے پھینکا اور وہ مر گیا یا جنگ ختم ہونے پر وہ مردہ پایا گیا اور اس کی موت کا سبب معلوم نہ ہو چاہے اس پر خون کا نشان ہو یا نہ ہو۔ البتہ جب میدان جنگ میں مر جائے مگر جنگ کے سبب نہیں بلکہ کسی مرض سے یا اچانک کی موت مر جائے تو صحیح بات یہی ہے کہ وہ حقیقی شہید نہیں ہے۔

شہید کی دوسری قسم ان (مجازی) شہداء پر مشتمل ہے جن میں مذکورہ اوصاف یا موت کے اسباب نہیں پائے جاتے مثلاً پیٹ کی بیماری میں مرنے والا، طاعون میں مرنے والا، سفر میں مرنے والا عشق کی آگ میں مرنے والا، دردِ زہ میں مرنے والی، جسے کوئی مسلمان، ذمی یا باغی میدانِ جنگ سے باہر کہیں قتل کر دے۔ یہ سب لوگ مسلمانوں کے عام مردوں کی مانند ہیں جن کو غسل دیا جائے گا اور جن پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی اگرچہ ان کے بارے میں لفظ شہادت وارد ہوا ہے۔

مشہور شارح حدیث حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے شہداء کی اس تقسیم کو بطور خلاصہ یوں واضح کیا ہے:

"...... ویتحصل مما ذکر فی ھذہ الاحادیث ان الشھداء

---

[1] امام یحییٰ بن شرف نووی: روضۃ الطالبین: ۲: ۱۱۹۔

قسمان شهيد الدنيا و شهيد الأخرة وهو من يقتل في حرب الكفار مقبلا غير مدبر مخلصا و شهيد الأخرة وهو من ذكر بمعنى انهم يعطون من جنس اجر الشهداء ولا تجري عليهم احكامهم في الدنيا[1]

ترجمہ:۔ ان گذشتہ احادیث میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے اس سے یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ شہیدوں کی دو قسمیں ہیں ایک دنیوی شہید اور دوسرے اخروی شہید ۔ دنیوی شہید وہ ہیں جو کفار کے ساتھ جنگ میں خلوص نیت سے مردانہ وار لڑتے ہوئے مارے جائیں اور دوران جنگ انہوں نے پیٹھ نہ پھیری ہو اور آخرت کے شہید وہ جنہیں دنیوی (اور حقیقی) شہیدوں کے ملنے والے عظیم صلہ میں سے کچھ عطا کیا جائے گا اور ان پر دنیا میں حقیقی شہیدوں کے احکام (غسل نہ دینا وغیرہ) جاری نہ ہوں گے ۔

حقیقی شہید کی شرائط

حقیقی، قانونی اور شرعی طور پر جسے ہم شہید کہہ سکتے ہیں اور جس پر شہید کے احکام، (غسل نہ دینا اور خون آلود کپڑوں میں کفنانا اور شوافع کے نزدیک نماز جنازہ بھی نہ پڑھنا) لاگو ہوتے ہیں، اس کی کچھ شرائط ہمارے فقہاء نے متعین کی ہیں ۔ اگر کوئی آدمی ان شرائط پر پورا اترتا ہے تو شرعی طور پر اسے شہید سمجھا جائے گا ۔ قطع نظر اس کے کہ وہ عند اللہ بھی شہید ہے یا نہیں کیونکہ نیتوں کو جاننے والی صرف اور صرف اللہ کی علیم بذات الصدور ذات ہے ۔ شریعت کے احکام میں ظاہر کا اعتبار کیا جاتا ہے ۔ ان شرائط کو فقہ کی کتابوں مثلاً فتاویٰ شامی، ہدایہ، المبسوط، فتح القدیر، تبیین الحقائق وغیرہ میں اپنے اپنے انداز سے بیان کیا گیا ہے ۔ ابوبکر کاسانی نے بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع کی جلد اول میں شرائط کو ایک ترتیب کے ساتھ ذکر کیا ہے ۔ اسی ترتیب کے ساتھ وہ شرائط مع ضروری تشریح کے

---

[1] حافظ ابن حجر عسقلانی : فتح الباری شرح بخاری : ۶ : ۴۴ طبع لاہور۔

درج ذیل ہیں ۔

پہلی شرط، مقتول ہو قانونی اور شرعی طور پر شہید کی پہلی شرط یہ ہے کہ وہ مقتول (مارا گیا) ہو اور بالخصوص دشمنانِ اسلام کے ہاتھوں قتل کیا گیا ہو۔

اس شرط کی رُو سے جو آدمی اپنی موت آپ مرے، اگر کر مرے، آگ سے جل کر مرے، کسی دیوار کے نیچے آکر مرے یا پانی میں ڈوب کر مرے قانونی اعتبار سے شہید نہیں کہلائیگا اگرچہ اخروی ثواب کے اعتبار سے شہید ہی ہولے کیونکہ ایک تو وہ مقتول نہیں دوسرے شہدائے احد کے معنی میں نہیں ۔ اس لیے کہ شہید کا حکم لگانے میں اصل شہدائے احد ہیں ۔جس آدمی میں شہدائے احد والا مفہوم ہوگا اسی پر شہید کا اطلاق ہوگا۔ ورنہ نہیں۔[1]

صاحبِ ہدایہ مرغینانی نے شہید کی تعریف یوں کی ہے ۔

الشهيد من قتله المشركون او وجد فی المعركة وبه اثرا و قتله المسلمون ظلما ..... وَمن قتله اهل الحرب او اهل البغی او قطاع الطريق فبای شیٔ قتلوه۔[2]

ترجمہ :۔ شہید وہ آدمی ہے جسے مشرکوں نے قتل کیا (مارا) ہو یا وہ مرا ہوا میدانِ جنگ میں پایا جائے اور اس پر زخموں کے نشانات ہوں یا جسے مسلمانوں نے بطور ظلم قتل کر دیا ہو ...... اور وہ جسے اہل حرب یا باغیوں یا ڈاکوؤں نے قتل کر دیا ہو چاہے جس چیز سے قتل کیا ہو۔

اختلافِ ائمہ یہاں احناف سے باقی ائمہ کا کچھ اختلاف ہے ۔ امام مالکؒ کے نزدیک اہل حرب کے ہاتھوں اگر کوئی مسلمان مارا جائے تو وہ شہید ہے لیکن باغیوں اور ڈاکوؤں کے ہاتھوں مقتول قانونی شہید نہیں[3]

---

[1] حاشیہ ردالمحتار : ابن عابدین شامی : ۲ : ۲۴۸ ۔

[2] مرغینانی : ہدایہ مع الدرایہ : ۱ : ۱۶۳ طبع مجتبائی دہلی ۔

[3] امام مالک : المدونۃ الکبریٰ : ۱ : ۱۸۳ - ۱۸۴ طبع بیروت

اسی طرح امام شافعیؒ کے نزدیک بھی حقیقی اور قانونی شہید صرف وہی ہے جو میدانِ جنگ میں کفار اور اعداءِ اسلام کے ہاتھوں مارا جائے ۔ چنانچہ امام شافعیؒ کتاب الام میں اسی امر کی تفصیل بیان کرتے ہوئے آخر میں لکھتے ہیں :

وکل ھؤلاء یغسل ویصلی علیہ لان الغسل والصلوٰۃ سنۃ من بنی آدم لا یخرج منھا الا من ترکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فھم الذین قتلھم المشرکون الجماعۃ خاصۃ فی المعرکۃ [1]

ترجمہ :۔ اہل حرب اہل بغاوت اور چوروں و ڈاکوؤں کے ہاتھوں مرنے والوں میں سے ہر ایک کو عام مردوں کی مانند غسل دیا جائے گا اور اس پر نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی کیونکہ میت کا غسل اور جنازہ بنی آدم کا عام طریقہ ہے جس سے صرف انہی لوگوں کو مستثنیٰ کیا جا سکتا ہے جن کو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوڑا ہے اور وہ وہ لوگ ہیں جنہیں مشرکین جماعتی طور پر میدانِ جنگ میں قتل کر دیں ۔

بالواسطہ مقتول بھی شہید ہوگا

مشرکین اور اہل حرب کا یہ قتل کرنا براہِ راست ہو یا وہ اس کے قتل کا سبب اور واسطہ بنے ہوں دونوں صورتیں برابر ہیں کیونکہ دونوں صورتوں میں اس کی موت انہی کی طرف منسوب ہوگی ۔ چنانچہ زیلعی نے لکھا ہے :

لو اوطئوا دابتھم مسلما او نفروا دابۃ مسلم فرمتہ او رموہ من السور او القو علیہ حائطا او رموا بناد فاحرقوا سفنھم وما اشبہ ذالک من الاسباب فمات

---

[1] امام شافعیؒ : کتاب الام : ۱ : ۲۶۸ طبع بیروت ۔

به مسلم کان شهیدًا[۱]

ترجمہ:۔ اہل حرب اپنے چوپائے کو کسی مسلمان پر چڑھا دیں یا وہ کسی مسلمان کے چوپائے کو بھگائیں جس کے نتیجے میں وہ چوپایہ مسلمان کو نیچے پھینک دے یا وہ مسلمان کو فصیل سے نیچے پھینک دیں یا مسلمان پر دیوار گرا دیں یا مسلمانوں پر آگ کے گولے پھینکیں جس سے ان کی کشتیاں جل جائیں یا اس قسم کا کوئی اور ذریعہ اپنائیں جس سے کسی مسلمان کی موت واقع ہو جائے تو وہ شہید ہوگا۔

امام مالک علیہ الرحمۃ سے دریافت کیا گیا کہ جس شخص کو دشمن پتھر سے مار دے یا لاٹھی سے مار دے یا گلہ دبا کر مار دے تو کیا اس مقتول کے ساتھ وہی کچھ کیا جائے جو شہید کے ساتھ کیا جاتا ہے یعنی کیا اسے غسل وغیرہ نہ دیا جائے؟ تو امام مالکؒ نے فرمایا:

انه من قتل فمات فی المعرکة فهو شهید وقد یقتل الناس بالوان من القتل فکلهم شهید فکل من قتله العدو بای قتلة کانت بصبرا وغیره فی معرکة او غیر معرکة فاراه مثل الشهید فی المعرکة[۲]

ترجمہ:۔ جس شخص کو قتل کیا جائے اور وہ میدان جنگ میں مارا جائے تو وہ شہید ہے کیونکہ لوگوں کو کئی طرح سے قتل کیا جاتا ہے۔ لہذا ہر وہ شخص جسے دشمن اسلام قتل کرے چاہے قید کر کے قتل کرے یا کسی اور طریقے سے قتل کرے وہ میدانِ جنگ میں قتل کیا جائے یا میدانِ جنگ سے باہر تو اس مقتول کو میں اسی شہید کی مانند سمجھتا ہوں جو میدان جنگ میں مارا جائے۔

---

[۱] ا۔ الزیلعی: تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق: ۱: ۲۴۷ طبع مصر ۱۳۱۳ھ

ب۔ کاسانی: بدائع الصنائع: ۱: ۳۲۳: طبع سعید کمپنی کراچی۔

[۲] امام مالک: المدونۃ الکبری: ۱: ۱۸۳ طبع بیروت

دوسری شرط ۔ شرعی حق میں نہ مارا گیا ہو

قانونی طور پر شہید کہلانے والے کی دوسری شرط یہ ہے کہ اسے بطور ظلم قتل کیا گیا ہو نہ کہ کسی شرعی حق میں ۔ چنانچہ جو آدمی کسی شرعی حق میں مارا گیا مثلاً قصاص (جان کے بدلے جان) میں یا بدکاری کی حد (شرعی سزا) رجم (سنگساری) میں مارا گیا وہ شہید نہ ہوگا نہ دنیوی شہید اور نہ اخروی شہید ۔ کیونکہ کسی شرعی حق میں مارے جانے والے میں شہدائے احد کا مفہوم یعنی بطور ظلم مارا جانا نہیں پایا جاتا ایک روایت بھی اس امر کی تائید کرتی ہے کہ کسی شرعی حد میں مارے جانے والے پر شہید کے احکام لاگو نہیں ہوتے ۔ وہ روایت یہ ہے کہ حضرت ماعز اسلمیؓ کو جب ان کے اقرار بالزنا پر سنگسار کر دیا گیا تو ان کا چچا بارگاہ نبوی میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا : ماعز اس طرح مار دیا گیا جس طرح کتے مار دیے جاتے ہیں ۔ اب فرمائیے میں اس کے ساتھ کیا کروں ؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا یہ بات مت کہو کہ وہ کتوں کی موت مرا بلکہ اس نے ایسی مقبول توبہ کی ہے کہ اگر اس کی توبہ کو تمام اہل زمین پر تقسیم کر دیا جائے تو سب کو کافی ہو رہے ۔ جا اسے غسل دے ، کفن دے اور اس پر نماز جنازہ پڑھ لے[۱]

اسی طرح جو آدمی کسی دوسری شرعی حد میں مارا جائے یا تعزیری سزا میں مارا جائے یا وہ کسی دوسری قوم پر بطور ظلم چڑھائی کرے جس کے نتیجے میں مارا جائے تو وہ شہید نہیں ہوگا کیونکہ ان صورتوں میں کسی آدمی نے اس پر ظلم نہیں کیا بلکہ اس نے خود اپنی جان پر ظلم کیا ہے دوسرے یہ کہ شہید اللہ کی رضا اور خوشنودی کی تلاش میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کرتا ہے جبکہ یہ مفہوم اس مقتول میں نہیں پایا جا سکتا جسے کسی شرعی حد میں مارا گیا ہو کیونکہ اس کی جان اس کے اوپر ایک واجب حق کی وصولی میں گئی ہے[۲]

امام نووی نے اخروی شہیدوں کو شمار کرتے ہوئے لکھا :

---

[۱] کاسانی ۔ بدائع الصنائع : ۱ : ۳۲۰ طبع سعید کمپنی کراچی ۔

[۲] سرخسی : المبسوط : ۲ : ۵۲ طبع مصر ۱۳۲۴ھ ۔

وكذا المقتول قصاصًا وحدًا ليس بشهيد[1]

ترجمہ: یعنی حد اور قصاص میں مارا جانے والا اخروی ثواب کے اعتبار سے بھی شہید نہیں۔

تیسری شرط۔ قتل پر مالی معاوضہ نہ ہو

قانونی اور شرعی اعتبار سے جس پر شہید کے دنیوی احکام (غسل نہ دینا اور خون آلود کپڑوں سمیت کفن دینا وغیرہ) لاگو ہوتے ہیں اس کی تیسری شرط یہ ہے کہ وہ مقتول اپنی جان کے بدلے کوئی مالی معاوضہ (دیت قسامت وغیرہ) نہ چھوڑے چنانچہ جو آدمی غلطی سے مار دیا گیا مثلاً قاتل کسی نشانہ پر گولی چلا رہا تھا کہ کسی آدمی کو جا لگی یا شبہ عمد سے مار دیا گیا مثلاً کسی چھوٹی لاٹھی لگنے سے مرگیا یا ہاتھ پاؤں کی چوک لگانے سے مرگیا یا کسی اور ایسی چھوٹی موٹی چیز سے مرگیا جس سے عمومًا آدمی نہیں مرتا تو یہ سب صورتیں قتل شبہ عمد کی ہیں اور قتل شبہ عمد میں دیت (جان کا مالی معاوضہ) واجب ہوتی ہے۔ نہ کہ قصاص یہ دیت کا واجب ہونا اس امر کی دلیل ہے کہ جرم شدید نہ تھا۔ لہٰذا اس طرح مرنے والا آدمی شہدائے احد کے معنیٰ میں نہ ہوگا۔

احناف کے نزدیک اگر شہر میں رات کے وقت چور آکر کسی آدمی کو مار دیں یا شہر سے باہر ڈاکو کسی آدمی کو قتل کر دیں تو وہ مقتول شہید ہوگا کیونکہ مقتول نے یہاں اپنے نفس کا عوض یعنی دیت نہیں چھوڑی۔ اسی طرح اگر کوئی آدمی دن دہاڑے شہر کے اندر کسی آہنی ہتھیار سے یا آہنی ہتھیار کا کام دینے والے ہتھیار سے مار دیا جائے جس سے قصاص واجب ہوتا ہو نہ کہ دیت تو مقتول شہید ہوگا۔ مگر باقی ائمہ کے نزدیک جیسا کہ پیچھے گزرا، شہید نہ ہوگا۔ دوسرے لفظوں میں بطور ظلم قتل کی ان تمام شکلوں میں جن میں قصاص لازم آتا ہو نہ کہ خون بہا، مقتول شہید ہوگا۔ کیونکہ قصاص کا واجب ہونا اس امر کی دلیل ہے کہ قتلِ عمد میں کوئی شبہ نہیں پایا گیا اور ظلم ہر لحاظ سے ثابت ہوگیا ہے لہٰذا وہ مقتول شہدائے

---

[1] امام نووی: روضۃ الطالبین: ۲: ۱۱۹۔

احد کے معنیٰ میں ہوگا اور شہید ہوگا۔ اس کے برعکس قتل کی ان تمام شکلوں میں جن میں قاتل پر مقتول کی دیت لازم آتی ہو، مقتول قانونی شہید نہیں ہوگا۔ اس لیے کہ دیت مقتول کا بدل ہے اور بدل جب اسے موصول ہوگیا تو مُبْدَل ایک اعتبار سے بوجہ اپنے بدل کے باقی ہونے کے باقی کے مانند ہوا اور اس چیز نے شہادت کے اندر خلل واقع کر دیا[1]

چوتھی شرط۔ مقتول موقع پر مر جائے

قانونی شہید کی چوتھی شرط یہ ہے کہ اسکی موت موقع قتل پر ہی واقع ہو۔ اس شرط میں اصل یہ ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو جب زخمی کر دیا گیا تو آپ کو اپنے گھر لے جایا گیا۔ اس کے بعد دو دن تک زندہ رہے پھر مرے تو آپ کو غسل دیا گیا حالانکہ انہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شہید قرار دے چکے تھے اسی طرح حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بھی غسل دیا گیا حالانکہ وہ بھی شہید تھے اس کے برعکس حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت چونکہ موقعہ پر ہی بلوائیوں کے ہاتھوں واقع ہوئی تھی اس لیے آپ کو غسل نہیں دیا گیا۔

فقہاء نے اس کے لیے "ارتثاث" کا لفظ استعمال کیا ہے جس کے لغوی معنی پرانا ہونے کے ہیں۔ ہدایہ میں ہے:

وَمن ارتث غسل وهو من صار خلَقا فی حکم الشهادة لنيل مرافق الحياة لان بذالك يخف اثر الظلم فلم يكن فی معنیٰ شهداء احد[2]

ترجمہ:۔ اور جو شخص میدانِ جنگ سے زخمی حالت میں لایا جائے اسے غسل دیا جائے اور یہ وہ شخص ہے جو شہادت کے حکم میں پرانا ہو جائے اس لیے کہ اس نے دنیا کی کچھ لذات کو پالیا جس سے ظلم کا اثر ہلکا ہوگیا ہے لہٰذا وہ شہدائے احد کے معنیٰ میں نہ ہوا۔

---

[1] کاسانی۔ بدائع الصنائع : ۱ : ۳۲۱ -

[2] مرغینانی۔ ہدایہ : ۱ : ۱۶۴ -

کیونکہ شہدائے احد نے میدانِ جنگ میں موقعہ پر ہی جام شہادت نوش کیا حتیٰ کہ یہاں تک مروی ہے کہ بعض شہداء پر پانی کا پیالا پیش کیا جاتا رہا مگر انہوں نے درجۂ شہادت میں کمی کے خوف کے باعث پانی کا پیالا قبول نہ کیا لے

پھر اس ارتثاث (شہادت کے پرانا ہونے) کی کئی صورتیں ہیں مثلاً یہ کہ وہ زخمی کوئی چیز کھائے پیے، کوئی چیز لے دے، سوئے، اس کا علاج معالجہ کیا جائے میدانِ جنگ سے اٹھا کر خیمہ میں لایا جائے اور وہ بقائمی عقل وحواس اتنا وقت زندہ رہے کہ اس پر ایک نماز کا وقت گزر جائے یا کافی دیر لمبی گفتگو کرے یا کسی دنیوی بات کی وصیت کرے۔ البتہ امور آخرت کے بارے میں وصیت کے اندر اختلاف ہے یعنی زخمی ہونے کے بعد اگر وہ اتنی دیر ہی زندہ رہا ہے کہ کسی اخروی معاملے میں اس نے وصیت کی ہے تو بعض فقہاء کے نزدیک یہ ارتثاث ہے اور بعض کے نزدیک ارتثاث نہیں۔

ایک ایمان افروز وصیت

آخرت سے متعلق وصیت کی مثال ہیں فقہاء کرام نے حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کی ایک بڑی ایمان افروز وصیت لکھی ہے۔ وہ یہ کہ غزوہ احد کے دن بہت سے مسلمان شہید اور زخمی ہوئے اور جب جنگ تھمی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے ارشاد فرمایا کیا کوئی آدمی سعد بن ربیعؓ کے بارے میں معلوم کرے گا کہ ان کے ساتھ کیا ہوا؟ بنی نجار سے عبداللہ ابن عبدالرحمٰنؓ نے عرض کیا یہ خدمت میں سرانجام دیتا ہوں چنانچہ وہ گئے اور انہوں نے حضرت سعد کو مقتولوں کی صف کے اندر زخمی حالت میں پایا۔ وہ آخری سانس لے رہے تھے حضرت عبداللہ نے ان سے کہا کہ مجھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے زندہ یا شہید ہو جانے کا پتہ لگانے کے لیے بھیجا ہے۔ انہوں نے فرمایا:

انا فی الاموات فابلغ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عنی

لے مرغینانی۔ ہدایہ: ۱: ۱۶۴

السّلام وقل لهٗ ان سعد بن الربیع یقول جزاك اللّٰہ عنّا خیر ما یجزی نبی عن امته وابلغ قومكَ عنّی السّلام وقل لھم ان سعدا یقول لا عذر لكم عند اللّٰہ تعالیٰ ان یخلص الیٰ نبیکم وفیکم عین تطرفُ [1]

ترجمہ :۔ میں مردوں (شہداء) میں شامل ہوچکا ہوں لہٰذا ایک تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم (میرے محبوبؐ) کو میری طرف سے ہدیہ سلام پیش کردینا اس کے بعد عرض کرنا کہ سعد بن الربیع کہہ رہا ہے کہ باری تعالیٰ آنجنابؐ کو ہماری طرف سے وہ جزائے خیر عطا فرمائے جس کا ایک نبی اپنی امت کی جانب سے مستحق ہوسکتا ہے دوسرے اپنی قوم کے لوگوں کو میری طرف سے سلام کہہ دینا اور میرا یہ پیغام دے دینا کہ خدانخواستہ اگر تمہارے نبی مکرمؐ کو اس حال میں کوئی نقصان پہنچ جاتا ہے کہ تم میں سے کوئی ایک بھی زندہ تھا تو باری تعالیٰ کے ہاں تمہارا کوئی عذر قبول نہ ہوگا۔

حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ اس کے فوراً بعد ان کی روح پرفتوح قفصِ عنصری سے پرواز کرگئی۔ ع

خدا رحمت کند ایں پاک طینت را

یہاں یہ بات ذہن نشین رہے کہ مرتث آدمی (جس کی شہادت پرانی ہوجائے) اگرچہ دنیا کے حکم (غسل کفن وغیرہ) میں تو شہید نہیں مگر ثواب اور درجات میں بلاشبہ وہ شہدائے کے زمرے میں داخل ہے۔

پانچویں شرط۔ مقتول مسلمان ہو قانونی طور پر شہید کی پانچویں شرط یہ ہے کہ مسلمان ہو۔ غیر مسلم چاہے ظلماً قتل کیا جائے اسے شہید نہیں کہا جائے گا۔ غیر مسلم کے قتل کیے جانے کی صورت مثلاً یہ ہے

---

[1] کاسانی۔ بدائع الصنائع : ۱ : ۳۲۲۔

کہ کوئی ذمی آدمی مسلمانوں کی معیت میں جنگ کے لیے نکلے اور جنگ میں مارا جائے تو اسے غسل کفن وغیرہ دیا جائے گا کیونکہ راہِ جہاد میں جان دینے والے مسلمان کو غسل نہ دینا اس کے واسطے بطور کرامت اور بطور اعزاز ثابت ہے اور غیر مسلم آخرت میں کسی اعزاز کا مستحق نہ ہوگا۔ کیونکہ قرآن مجید میں فرمایا گیا۔

مثل الّذين كفروا بربّهم اعمالهم كرماد ن اشتدت به الرّيح فى يوم عاصف لايقدرون ممّا كسبوا على شىء۔ (سورہ ابراھیم: ۱۸)

ترجمہ:۔ مثل ان لوگوں کی جنہوں نے اپنے ربّ کا انکار کیا ایسی ہے کہ ان کے اعمال گویا راکھ ہیں جس کو آندھی کے دن ہوا اڑا کر لے گئی ہو جو کچھ انہوں نے دنیا میں کمایا تھا اس میں سے کچھ بھی (بروز قیامت) ان کے ہاتھ میں نہ ہوگا۔

چھٹی شرط: مکلّف ہو

قانونی شہید کی چھٹی شرط امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ ہے کہ وہ مکلّف یعنی عاقل بالغ ہو چنانچہ بچہ اور مجنون آدمی کو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک غسل کفن دیا جائے گا جبکہ صاحبین (امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ) اور باقی آئمہ کے نزدیک یہ چیز شرط نہیں ہے۔ ان کے خیال میں بچہ اور مجنون پر شہید کا حکم لاگو ہوگا۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ بچہ یا مجنون آدمی جب ظلماً قتل کیا جائے اور وہ اپنی جان کا کوئی عوض بھی نہ چھوڑے تو اس میں شہید کا مفہوم ثابت ہو گیا لہٰذا وہ عاقل بالغ آدمی کی طرح شہید ہوگا۔ مگر امام ابوحنیفہؒ کا کہنا یہ ہے کہ غسل نہ دینے کا حکم شہدائے احد کے حق میں بطور کرامت اور بطور بزرگی وارد ہے تو جو آدمی کرامت کے استحقاق میں ان کے مساوی نہ ہوگا اس کے بارے میں یہ حکم وارد نہ ہوگا۔

ساتویں شرط: جنابت سے پاک ہو

قانونی طور پر شہید کی ساتویں شرط امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ ہے کہ وہ جنبی (ناپاک) نہ ہو۔ جبکہ امام ابو یوسف امام محمد اور دیگر ائمہ کے نزدیک یہ شرط نہیں ہے۔ چنانچہ کوئی آدمی جنبی حالت میں مرا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اسے غسل دینا ہوگا

جبکہ امام ابو یوسفؒ امام محمدؒ اور دوسرے ائمہ کے نزدیک وہ قانونی طور پر شہید ہے اور اسے غسل دینے کی ضرورت نہیں۔ پھر اس پر طرفین کے اپنے اپنے دلائل ہیں۔

الغرض مندرجہ بالا سات شرائط جس آدمی میں پائی جائیں گی قانونی اور شرعی طور پر وہ شہید کہلانے کا مستحق ہے۔ قطع نظر اس کے کہ وہ عند اللہ بھی شہید ہے یا نہیں کیونکہ شرعی احکام کا دارومدار ظاہر پر ہے۔ مگر ہمارے دور میں لفظ شہید کے تقدس کو پیش نظر نہیں رکھا جاتا اور ہر کہ ومہ کی موت کو خواہ وہ کسی بھی طرح پر واقع ہوئی ہو شہادت کی طرف منسوب کر دیا جاتا ہے حالانکہ یہ لفظ قرآن کریم اور احادیث نبویہ سے ماخوذ ہے اور اس کے اطلاق کے لیے بڑی کڑی شرائط ہیں جن کا کسی قدر تذکرہ گذشتہ صفحات میں کیا گیا ہے نیز یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ یہ لفظ اسلامی اصطلاحات میں آج داخل نہیں ہوا ہے بلکہ اس لفظ پر چودہ صدیاں بیت چکی ہیں اور اس کا حقیقی مفہوم متعین ہو چکا ہے جس کی صورت تقریباً اجماعی ہے۔